احمدی کا کام ہر دوسرے شخص کے مقابلہ میں نمایاں طور پر ممتاز اور اچھا ہوتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶؍فروری ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

حکومت کی طرف سے قوم کی بہبود کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں اور جن میں عوام کو بھی حصہ لینا چاہیئے ان میں درخت لگانے کا کام بھی ہے جو حکومت کے اعلان کے مطابق آج سے شروع ہو رہا ہے بلکہ صبح سے شروع ہو چکا ہے ایسے کاموں میں افراد جماعت احمدیہ کو دوسروں کی نسبت زیادہ ذوق اور شوق سے حصہ لینا چاہیئے تا کہ ہمارا ملک ہر لحاظ سے ترقی کرے اور اس کے لئے خوشحالی کے سامان پیدا ہوں۔

درختوں کے بہت سے فوائد ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں جو درخت لگاتے ہیں ان کا ہمیں ذاتی طور پر اور خاندانی طور پر فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کے ذمہ ایک یہ کام بھی لگایا ہوا ہے کہ جو ہوا سانس لیتے ہوئے ہمارے پھیپھڑوں میں جاتی ہے درخت اس کو صاف بھی کرتے ہیں اور آکسیجن جو ہمارے لئے ہوا کا بہت مفید حصہ ہے درختوں کی وجہ سے وہ فضا میں زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے۔ پھر درختوں کے نتیجہ میں زمینوں کی پیداوار بڑھ جاتی ہے جس علاقے میں بہت سے درختوں پر مشتمل جنگلات ہوں وہاں کی فضا پر درخت اثر انداز ہوتے ہیں اس رنگ میں کہ وہاں کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں اگر ہم محنت کر کے اور حکومت کی انتظامیہ کے تعاون کے ساتھ ربوہ کی پہاڑیوں کو درختوں کے ساتھ ڈھانک دیں تو

یہاں گرمیوں کے موسم میں بڑا فرق پڑ جائے اور نسبتاً ٹھنڈ ہو جائے۔

زمیندار جو درخت لگاتے ہیں ان کو مالی لحاظ سے بہت فائدہ پہنچتا ہے لیکن ہمارے ملک میں جو درخت کھیت میں خود ہی غلط جگہ اُگ آتے ہیں زمیندار ان کو کاٹتا نہیں اور جس جگہ درخت لگانا چاہیئے وہاں درخت لگانے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ مَیں باہر جاتا رہتا ہوں مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایک کھیت میں ۵۔۱۰ جگہ کیکر یا ٹالی وغیرہ کے درخت اُگے ہوئے ہیں جانور اُن کی گٹھلی یا بیج پھینک دیتے ہیں اور وہ کھیت کے عین بیچ میں اُگے ہوتے ہیں اور ایک عجیب تماشا سا بنا ہوتا ہے ان کا ہل چلانے پر اثر پڑتا ہے، گندم اور دوسری فصل پر اثر پڑتا ہے زمیندار وہاں سے اُن کو اُکھاڑتا نہیں۔ اُس کے لئے مصیبت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے درخت کیوں لگائے؟ وہ کہتا ہے جب جانوروں نے تھوڑی سی غلط جگہ میرا کام کر دیا ہے تو ٹھیک ہے جانوروں کا شکریہ، میں ان کو نہیں اکھاڑوں گا اور یہ عمل صالح نہیں ہے عمل صالح موقع اور محل کے مطابق کام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمالِ صالحہ کی جزا ہے صرف اچھے اعمال کی نہیں۔ بہت سے عمل جو ویسے اپنے نفس میں اچھے ہوتے ہیں اگر وہ بے موقع اور بے محل اور بے وقت کئے جائیں تو وہ اچھے نہیں رہتے مثلاً نماز ہے قرآن کریم میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں صلوٰۃ یعنی نماز باجماعت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ ہمارے سامنے نماز کے فرائض رکھے پھر جن کو ہم سنتیں کہتے ہیں وہ رکھیں۔ پھر نوافل ہیں جن لوگوں کو خدا توفیق دے یا جب ضرورت پڑے وہ مختلف اوقات میں نفل نماز پڑھتے ہیں۔ نماز فی نفسہٖ بڑی اچھی چیز ہے انسان کو نیکیوں کی طرف لے جانے اور بدیوں سے روکنے والی ہے لیکن بعض مقامات کے متعلق کہہ دیا کہ تم یہاں نماز نہیں پڑھو گے مثلاً حکم دیا کہ تم مقبروں میں نماز نہیں پڑھو گے۔ بعض اوقات کے متعلق حکم دیا کہ ان اوقات میں نماز نہیں پڑھو گے مثلاً جس وقت سورج طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو رہا ہو اس وقت نماز پڑھنے سے منع کر دیا یا مثلاً جس وقت انسان کسی بیماری کی تکلیف کی وجہ سے حواس باختہ ہو۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو تو اس وقت نماز پڑھنے سے منع کر دیا کہ اس حالت میں کوئی شخص نماز نہ پڑھے کیونکہ وقت اور موقع اور محل کے لحاظ سے نیک عمل ہی کو عمل صالح کہتے ہیں گویا ہر نیک کام کے لئے وقت

اور جگہ کا مناسب حال ہونا بھی ضروری ہے تب وہ عمل عملِ صالح بنتا ہے۔

پس جو درخت جانور لگا جاتے ہیں اور ایسے جانوروں میں مثلاً طوطا ہے وہ کوئی چیز لے آتا ہے اور اس کی گٹھلی گر جاتی ہے یا ہوائیں درختوں کے بیج اڑا کر لے آتی ہیں اور اس سے درخت اگ آتے ہیں تو یہ تو انسان کا عمل ہی نہیں ہے اور جہاں وہ درخت اُگ آیا وہ اس کا محل ہی نہیں۔ اس لئے ایک تو ہمارے احمدی زمینداروں یا زمین کے مالکوں کو چاہیئے کہ جو بے موقع درخت اُگ آئیں ان کو کاٹ دیں لیکن اس کے ساتھ اُن کو یہ بھی کرنا چاہیئے کہ اگر بے موقع اُگنے والے دس درخت کاٹیں تو اس کے مقابلہ میں وہ خود اپنے ہاتھوں سے موقع اور محل کے مطابق سَو درخت لگا دیں۔ اس سے صرف اس زمیندار ہی کو مالی فائدہ نہیں پہنچتا جو درخت لگا تا ہے بلکہ ساری قوم کو فائدہ ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسی قومیں بھی ہیں جن کی ساری ملکی دولت کے ایک بہت بڑے حصہ یا بڑی فیصد کا انحصار جنگلات پر ہوتا ہے مثلاً سویڈن ہے وہ جنگلوں سے بھرا ہوا ہے۔ انگلستان اپنا فرنیچر سویڈن سے منگواتا ہے سویڈن والے فرنیچر بنا کر ایکسپورٹ کرتے ہیں۔

پس انسان کو ہمیشہ درخت کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ ابھی چند ہفتے ہوئے کسی بین الاقوامی تنظیم کی طرف سے یہ اعلان ہوا تھا کہ ساری دنیا میں درختوں کی کمی ہو رہی ہے اور اگر انسان نے اس طرف توجہ نہ کی تو ہوسکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ساری دنیا میں درختوں کی کمی ہو جائے اور انسان کو تکلیف اٹھانی پڑے لیکن ہم احمدیوں کو اس طرح درخت نہیں لگانے چاہئیں جس طرح پچھلے ۲۷ سال سے پاکستان میں درخت لگ رہے ہیں۔ ہر سال باقاعدہ سکیم کے ماتحت گورنر اور صدر، چیف منسٹر اور پرائم منسٹر صاحبان جو گزرے ہیں انہوں نے درخت لگائے اور ان کی تصویریں اخباروں میں چھپیں۔ آج بھی اخبار میں تھا کہ ہمارے گورنر صاحب فلاں جگہ اور چیف منسٹر صاحب فلاں جگہ درخت لگائیں گے۔ پس درخت تو لگتے چلے آرہے ہیں اور شاید کروڑوں درخت لگے ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ شروع میں ہر سال پاکستان کے درختوں کی مجموعی تعداد میں کمی واقع ہوتی رہی ہے۔ اب پچھلے دو چار سالوں میں شاید کچھ سنبھالا ہو لیکن شروع میں تو یہ حال تھا کہ ہر سال کروڑوں درخت لگانے کے باوجود پہلے سے کم درخت پاکستان میں موجود تھے کیونکہ جو درخت لگائے گئے ان کو ضائع کر دیا ان کو پالا نہیں اور

جو پلے ہوئے تھے ان کو کاٹ کر استعمال کر لیا کیونکہ درخت بہرحال استعمال ہونے والی چیز ہیں اور وہ اسی کام کے لئے لگائے جاتے ہیں۔

مَیں ربوہ میں کئی سال سے درخت لگانے کی تحریک کر رہا ہوں اس کا کچھ تو فائدہ ہوا ہے۔ ایسی بہت سی جگہوں پر اب درخت نظر آتے ہیں جہاں پہلے کوئی درخت نہیں تھا لیکن جو میں چاہتا ہوں کہ ہر طرف درخت ہوں اور بڑی صحت مند ہوا ہو جس میں ہم سانس لے رہے ہوں وہ کیفیت ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی۔ درخت تو ہر قسم کے لگانے چاہئیں پھلدار بھی اور لکڑی کے لئے سایہ دار بھی۔ ہر قسم کا درخت ہماری خدمت پر مامور ہے۔ ہوا کو صاف کرنے کے لئے بھی اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اور بہت سی خدمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے درخت کے سپرد کی گئی ہیں۔

ربوہ میں درخت لگانے کا کام خدام الاحمدیہ کے سپرد کیا گیا تھا اور غالباً انصار اللہ کے بھی، اگر پہلے نہیں کیا تھا تو آج میں انصار اللہ کے سپرد بھی کر دیتا ہوں۔ علاوہ ازیں ہماری مقامی تنظیم ہے وہ بھی ذمہ دار ہے۔ سب مل کر کوشش کریں کہ محلوں میں کوئی جگہ جہاں درخت لگ سکتا ہے اس کو بہرحال خالی نہ چھوڑیں اور اگر درختوں کو ٹھیک طرح پالیں تو کوئی وجہ نہیں کہ درخت بڑھنے نہ لگ جائیں۔ تاہم بعض ایسے درخت ہیں جو بڑے صبر آزما ہوتے ہیں مثلاً بڑ کا درخت ہے جو پندرہ بیس سال کے بعد بھی ایسا نہیں ہوتا جس کا سایہ ٹھیک طرح انسان کے کام آسکے گو یہ ایک بڑی عمر پانے والا درخت ہے لیکن بہت آہستہ آہستہ بلوغت کو پہنچتا ہے اس کے مقابلے میں بعض ایسے درخت بھی ہیں جن کی بہت جلدی نشوونما ہوتی ہے وہ بہت جلد قد نکالتے اور پھیل جاتے ہیں ان میں سے ایک شہتوت ہے جو بڑا پھل دیتا ہے اور اس کا پھل بھی بڑا اچھا ہوتا ہے اگر کوئی شخص شہتوت کا ایک درخت لگا دے تو موسم میں اس کا پھل بھی مل جائے گا بلکہ ہمسائے اور محلے کے بچے بھی کھائیں گے اور بڑا مزا آئے گا پھر پاپولر (Popoer) کا درخت ہے۔ دیر ہوئی یہاں ربوہ میں پاپولر کے درخت لگائے گئے تھے لیکن ہم ان کو پال نہیں سکے تھے میں یہ درخت لگانے والوں میں سے نہیں تھا مجھے نہیں علم کہ ہمارا قصور تھا یا اس درخت کو یہاں کی زمین موافق نہیں آئی تھی۔ ہم نے احمد نگر میں اپنی زمینوں میں پاپولر

کے درخت لگائے تھے وہاں کی زمین اتنی موافق آئی کہ ابھی دو سال کے نہیں ہوئے کہ ان کا قد بیس پچیس فٹ اونچا ہو گیا ہے اور کافی موٹے ہو گئے ہیں۔ سردیوں میں پت جھڑ کرتے ہیں گرمیوں میں ان کا بڑا اچھا سایہ ہوتا ہے اور بڑے خوبصورت لگتے ہیں۔ تین چار سال کے بعد ان کی لکڑی بھی کام کی ہو جائے گی دس سال کے بعد تو وہ پوری طرح Mature ہو جائیں گے یعنی ان کی لکڑی کچی نہیں رہے گی بلکہ پختہ اور پوری طرح کار آمد بن جائے گی۔

پس ایک تو مَیں سارے احمدیوں کو کہتا ہوں کہ جس حد تک ممکن ہو وہ درخت لگائیں اور کسی منصوبہ کے ماتحت لگائیں۔ ملک بھی اور قوم بھی یہی چاہتی ہے۔ قوم کا قوم سے مطالبہ ہے کیونکہ حکومت قوم کی نمائندہ ہے اس کی اپنی تو کوئی طاقت نہیں ہوتی اس لئے جب قوم یہ کہتی ہے کہ ہمیں درخت لگانے چاہئیں تو قوم کو درخت لگانے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے آخر اسے اپنا حکم تو ماننا چاہیئے۔ دوسرے احمدی کا مقام ایسا ہے کہ اس کا کام دوسروں کے مقابلہ میں نمایاں طور پر اچھا ہوتا ہے یہ خدا کا فضل ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحۃ:۲)۔ پس دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجہ میں جماعت کے لئے جو امتیاز اور فرقان پیدا کیا گیا ہے اور حسن عمل ہر احمدی کا طرۂ امتیاز ہے وہ ہر معاملہ میں قائم رہے۔ ہمارے ہر کام میں ایک حسن پیدا ہونا چاہیئے اور ہمارے نزدیک حسن اور نور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور نور سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے اور کہیں سے ملتا نہیں۔ اس لئے دوست دعائیں کرتے ہوئے اگر ان کاموں کو بھی نیک نیتی کے ساتھ کریں گے تو ان کو درخت بھی ملیں گے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا پیار بھی ملے گا کیونکہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری) اعمال کا تعلق نیتوں پر ہے اگر یہ نہ ہوتا کہ دُنیوی حسنات ہمارے لئے اُخروی حسنات کے سامان پیدا کرتیں تو دُنیوی حسنات سے ہمیں روک دیا جاتا لیکن اسلام نے محض اُخروی حسنات کے لئے دعا نہیں سکھائی بلکہ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:۲۰۲) کی دعا سکھائی ہے گویا دنیا کی حسنات ذریعہ بنتی ہیں اُخروی حسنات کے حصول کا اور جس کو اُخروی حسنات یعنی روحانی حسنات مل جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قہر کی آگ سے بچائے جاتے ہیں۔

پس شجر کاری کا موسم شروع ہو گیا۔ حکومت کی طرف سے بھی اعلان ہو چکا ہے اور قوم کی

بھلائی کے لئے یہ منصوبہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے زیادہ قوم کا درد ہمارے دل میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے اس لئے میں احباب جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو وہ درخت لگائیں اور پھر ان کو پالیں۔ میں ربوہ کی مثال لیتا ہوں ربوہ والوں کو سمجھانے کے لئے کیونکہ اس وقت براہ راست وہی میرے مخاطب ہیں۔ درخت لگاتے وقت دوست اس بات کو یاد رکھیں کہ ایسا نہ ہو ربوہ کا ایک حصہ درخت لگائے اور دوسرا حصہ صبح و شام بکریاں لا کر ان درختوں کو چروا دے۔ بکری کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ انسان کو نقصان پہنچائے جس آدمی نے بکری رکھنی ہے وہ اس کے چارے کا ایسا انتظام کرے کہ اجتماعی فوائد کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔

مَیں نے کچھ درختوں کی پنیری لگوائی تھی۔ ہمارے پاس سے بھی درختوں کی قلمیں مل جائیں گی میرا چھوٹا بیٹا لقمان احمد زمینوں پر کام کرتا ہے میں نے آج ہی اس کو کہا ہے ربوہ کے منتظمین سے کہو درختوں کی بہت سی قلمیں دستیاب ہیں وہ لے لیں اور محلوں میں تقسیم کر کے لگوا دیں۔ دوست گھروں میں بھی درخت لگائیں۔ اس کے لئے اگر تھوڑا سا زیادہ پیسہ خرچ کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور پھر محنت اور توجہ سے درختوں کی پرورش کریں اور فائدہ اُٹھائیں۔ یہاں ہماری جو نرسری یا پنیری کی جگہیں ہیں جہاں درختوں کے پودے فروخت ہوتے ہیں ان کا معیار بڑا گھٹیا ہے۔ ایک تو ایک فٹ کا پودا دے دیتے ہیں اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے چار پانچ سال لگ جاتے ہیں دوسرے اس بات کی ضمانت نہیں ہوتی کہ درخت بڑا ہو کر اچھا پھل بھی دے گا یا نہیں مثلاً آپ نے مالٹا لگایا اور چھ سال تک پرورش کرنے کے بعد جب اس کو پھل لگے تو اتنا کھٹّا ہوگا کہ الامان، اور پتہ لگے گا کہ جس نے درخت دیا اس نے آپ کو دیانتداری کے ساتھ اچھی قسم کا درخت نہیں دیا۔ اس وقت دنیا میں درختوں کا علم اور تجربہ اتنا بڑھ چکا ہے کہ ایسی عمر کے درخت مل جاتے ہیں خصوصاً پت جھڑ کرنے والے جن کو لگانے کے بعد پہلے سال ہی پھل لگ جاتا ہے مثلاً انگلستان کی نرسری چار سال کی عمر کا درخت دے گی اور ساتھ سرٹیفکیٹ ہوگا کہ یہ چار سال کا درخت ہے اور اچھا خاصا بڑا ہوتا ہے اور پہلے سال یعنی اپنی عمر کے لحاظ سے پانچویں سال اس کو پھل لگ جاتا ہے گو اس کے لئے زیادہ پیسے

خرچ کرنے پڑتے ہیں لیکن پھل کھانے کے لئے زیادہ صبر نہیں کرنا پڑتا۔ امریکہ اس سے بھی آگے نکل گیا ہے یورپ اور انگلستان کے لوگ امریکہ سے آگے نہیں نکلے لیکن ہم تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچے کیونکہ یہاں تو چھوٹے چھوٹے پودے ملتے ہیں ان کو پالنا مشکل ہوتا ہے پھر ان کے پھل کا کئی سال تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ بڑی محنت کرنی پڑتی ہے بعض کمزور ہوتے ہیں وہ مرجاتے ہیں۔

آج کی دنیا نے اگرچہ درختوں کے بارہ میں بڑی ترقی کی ہے لیکن وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ مسلمانوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ سپین میں جب اسلام ترقی پر تھا اور مسلمانوں کو نورفراست حاصل تھا تو انہوں نے باغبانی میں اتنی ترقی کی اور بہت سے ایسے کام کئے کہ اگرچہ دنیا ان سے سبق سیکھنا بھول گئی لیکن وہ آج بھی حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً انہوں نے بادام یا آلوچہ وغیرہ میں سے کسی ایک پر گلاب کا کامیاب پیوند کیا چنانچہ ان کے باغات میں گلاب کے درخت پائے جاتے تھے۔ ہمارے یہاں تو گلاب کے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں یا بیل اور یہ بھی وہ چیز نہیں لیکن وہاں موٹے موٹے تنوں والے گلاب کے پھولوں سے بھرے، لدے درخت ہوتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے پیوند کیا بڑے کامیاب طریقے سے اور بڑے اچھے پھل نکالے۔ ہندوستان میں ہمارے مغل بادشاہوں نے آم کا درخت لگوایا۔ اس کی پت جھڑ نہیں ہوتی اس لئے اس کے لگانے میں یہ آسانی نہیں ہوتی کہ جنوری فروری میں جب یہ درخت سویا ہوا ہو تو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر اور اس کی جڑوں سے مٹی وغیرہ جھاڑ کر دوسری جگہ لگا دیا جائے اور مہینے کے بعد وہاں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور اس کے شگوفے نکل آئیں۔ آم کا درخت ایسا درخت نہیں ہے اس کا بڑی عمر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا اور وہاں اسے کامیابی کے ساتھ لگانا بہت مشکل ہے لیکن مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں یہ کام بھی کیا اور بڑی کامیابی سے کیا۔ وہ بڑے بڑے آموں کے درختوں کا باغ (پھل دینے والا) ایک سال میں تیار کروا دیتے تھے۔ بادشاہ باغات کے انچارج کو حکم دیتا تھا میں مہم پر جا رہا ہوں فلاں جگہ بڑی اچھی ہے اس میں چشمہ ہے سال کے بعد جب میں واپس آؤں تو وہاں آم کا باغ ہو حالانکہ پہلے وہاں کوئی باغ نہیں ہوتا تھا چنانچہ سال کے بعد جب بادشاہ واپس آتا

تھا تو وہاں پھلدار درخت لگے ہوتے تھے بہرحال یہ تو بھولی ہوئی چیزیں ہیں آہستہ آہستہ یاد آئیں گی۔ ہمیں یہاں بھی پھلدار درخت لگانے کی کوشش کرنی چاہیئے مجھے شوق ہے۔ میں نے پچھلے سال ایک دوست سے کہا کہ وہ مجھے بڑی عمر کے درخت لا کر دیں انہوں نے شہتوت کے دو بڑے بڑے درخت بھجوائے شاید تین سال کے ہوں گے اور پہلے سال ہی ان کو پھل آ گیا اس سال امید ہے پورا پھل آ جائے گا اس طرح مَیں نے چیری کے دو درخت منگوائے تھے جن کی عمر اڑھائی اور تین سال کی تھی۔ ایک تو راستہ میں خراب ہو گیا ایک شاید چل پڑے لیکن یہ بھی کم ہے چیری کا درخت سرد علاقوں میں مثلاً کوئٹہ میں ہوتا ہے وہیں سے میں نے منگوایا ہے ویسے ایبٹ آباد میں بھی ہوتا ہے اگر چار سال کی چیری کا درخت مل جائے تو وہ انتظار نہیں کروائے گا پہلے سال ہی پھل دینے لگ جائے گا اور اس کو پالنا زیادہ آسان ہے۔ تو جس وقت آپ پہلے سال پھل کھائیں گے تو چونکہ ہم سب ایک ہی فضا میں پلے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں آپ کے منہ سے بھی میری طرح بے شمار دفعہ الحمد للہ نکلے گا کہ خدائی شان ہے اس نے اتنے سامان پیدا کر دیئے کہ پہلے سال ہی درخت نے ہمیں پھل دیدیا اور اس طرح باغات کی وجہ سے گویا اُخروی جنّات کے سامان بھی پیدا ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے یہ چیزیں تسبیح وتحمید کے سامان پیدا کرتی ہیں اگر انسان کے دل میں ایمان ہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا پیار کا تعلق ہو تو یہی دنیوی حسنات انسان کو اخروی حسنات یعنی روحانی حسنات کی طرف گھسیٹ کر لے جاتی ہیں۔

پس ربوہ والے بھی باہر رہنے والے احمدی خصوصاً وہ جو زمیندار ہیں ان کو درخت لگانے کی طرف اور پھر درخت پالنے اور ان کی نگہداشت کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ درخت لگا دینے چاہئیں۔ جو منتظمین ہیں وہ مختلف قسم کے درخت باہر سے بھی منگوائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ درخت لگانے کا موسم شروع ہو چکا ہے جو پت جھڑ کرنے والے درخت ہیں ان کی قلمیں فروری کے آخر تک بھی لگ سکتی ہیں۔ میں منتظمین کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دوستوں کی آسانی کے لئے ایک دو ورقہ شائع کریں جس میں یہ بتایا جائے کہ فلاں درخت لگانے سے پہلے اس قسم کی احتیاط کی جاتی ہے مثلاً اتنا گہرا گڑھا ہونا چاہیئے اور

اس کو اتنا بھرنا چاہئے یہاں کی مٹی بھی بدل سکتے ہیں یعنی اگر پاپولر نہیں چلا تو اس کے لئے ہم چار فٹ کا گڑھا کھودیں باہر سے بھل لا کر اور کچھ کھاد ڈال کر اور کچھ مقامی مٹی ملا کر پودے لگائیں تو امید ہے وہ چل پڑے گا یہاں یوکلپٹس بڑا اچھا ہو جاتا ہے لیکن اتنی جلدی وہ اونچا نہیں ہوتا۔ گو وہ بھی جلد بڑھنے والا درخت ہے لیکن اتنی جلدی نہیں بڑھتا جتنی جلدی پاپولر یا وِلّو (Willow) بڑھتا ہے لیکن ولّو کے لئے پانی کی زیادہ ضرورت ہے۔ پھلدار درختوں میں سے شہتوت بڑا اچھا درخت ہے اس سے بھی اچھی انجیر ہے یہ تو دو سال کی پھل دینے لگ جاتی ہے بلکہ اگر اس کی دو سال کی ٹہنی کی قلم لگاؤ تو ایک دو انجیر پہلے سال قلم ہی دے جاتی ہے بہرحال دوستوں کو یہ پتہ لگنا چاہیئے کہ یہ یہ درخت لگائے جا سکتے ہیں اور اس اس طرح ان کو لگانا چاہیئے ان کی قلم یا پودا کہاں سے ملے گا یہ بتانا منتظمین کا کام ہے اور ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اور اب جب باغات کا ذکر ہوا تو میں چاہتا ہوں ان کے روحانی پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالوں لیکن اس وقت میں اس کی تمہید مختصراً بیان کر دیتا ہوں ممکن ہے اگلے دو تین خطبات میں یہ مضمون مکمل ہو وباللہ التوفیق۔

اسلامی تعلیم نے قضا و قدر کا ایک اصولی مسئلہ ہمارے سامنے رکھا ہے کیونکہ توحید خالص کے لئے اس اصول کو سمجھنا بڑا ضروری تھا لیکن اس میں بھی ناسمجھی کی وجہ سے بہت سی باتیں انسان نے اپنی طرف سے شامل کر لیں اور فائدہ کی بجائے نقصان اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے قضا و قدر کا مسئلہ توحید خالص کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے اور اسی لئے اسلام نے اس کو بیان کیا ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں اس وقت اس کی آؤٹ لائنز (Out Lines) یا اس کی بعض بنیادی باتوں کی طرف مختصراً اشارہ کروں گا۔ اصل مضمون بعد میں بیان کروں گا ایک تو جب مسلمان کاہل بن گیا، کام کرنے کو اس کا دل نہ کیا اور اس نے سمجھ لیا۔ یہ تقدیر کا مسئلہ یہ سکھاتا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو جو کام ہونا ہے وہ آپ ہی ہو جائے گا لیکن یہ کوئی ''تقدیر'' نہیں ہے۔ اسلام نے ہمیں یہ نہیں سکھایا۔ دوسرے کچھ لوگوں نے جن میں زیادہ تر غیر مذاہب والے ہیں انہوں نے اسلام پر یہ اعتراض بھی کیا

کہ اسلام نے تقدیر یعنی قضا و قدر کا جو مسئلہ پیش کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ انسان مجبور ہے۔ اگر تقدیر ہی نے سب کچھ کرنا ہے تو انسان تو گویا مجبور ہو گیا۔ وہ تو صاحب اختیار نہ رہا اگر وہ صاحب اختیار نہیں ہے تو جنت کیسی اور دوزخ کیسی۔ یعنی اللہ تعالیٰ جبراً کام کرواتا ہے اور پھر سزا دیتا ہے یہ تو کوئی معقول بات نہ ہوئی۔ یہ تو یقیناً معقول بات نہیں ہے لیکن دراصل ایسے معترض کے دماغ میں عقل کی کمی ہے اسلام نے تقدیر یعنی قضا و قدر کا مسئلہ اس رنگ میں نہیں بتایا کہ انسان صاحب اختیار نہ رہے اس ضمن میں اس وقت میرے ذہن میں تین ایسی بنیادی غلطیاں ہیں جو مسلمانوں میں ناسمجھی کے نتیجہ میں پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ ایک وقت میں بڑے بڑے عالم ایسے گذرے جنہوں نے کہا کہ چونکہ ملنا وہی ہے جو مقدر ہے اور جو مقدر نہیں وہ ملنا نہیں تو پھر دعا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں مثلاً سرسید احمد خان صاحب نے یہ مسئلہ پیش کر دیا کہ کیا کرے گی دعا جو چیز مقدر ہی میں نہیں دعا وہ دلوا نہیں سکتی اور جو مقدر ہے اس کے لئے دعا کی ضرورت نہیں۔ وہ چیز بغیر دعا کے مل جائے گی۔ انہوں نے ساتھ کوئی اور توجیہہ بھی کی جو ہمارے نزدیک نہ ہمیں قائل کرنے والی ہے اور نہ اسلام کے حسن کو دوبالا کرنے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اس نظریہ کا بڑا زبردست جواب دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی اور خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن میرے ذہن میں تین آئی ہیں ان کے متعلق اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو تفصیل سے اگلے خطبات میں بیان کروں گا۔ تقدیر کے اصل مسئلہ پر اسلام نے جس رنگ میں روشنی ڈالی ہے اس رنگ میں آپ اس کو سمجھیں گے تو ترقی کرسکیں گے۔

اسلامی تعلیم نے انسان کو ایک بڑا ہی عجیب اصول بتایا ہے کہ یہ جو ہماری کائنات ہے اس کائنات کی حقیقت قضا و قدر میں مضمر ہے مسئلہ تقدیر اس کی بنیاد ہے اور چونکہ یہ ساری کائنات انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے۔ انسان اس سے خدمت لے ہی نہیں سکتا جب تک اسے تقدیر کا مسئلہ سمجھ میں نہ آئے میں اس مسئلہ پر انشاء اللہ اگلے خطبات میں تفصیل سے روشنی ڈالوں گا۔ درختوں کے باغات یا جنگلات سے جَنَّةٌ (اس کی جمع جَنَّات یعنی باغات) کی طرف توجہ دلائی جو اس دنیا میں روحانی طور پر ملتی ہے اور اخروی زندگی میں بھی اور وہ تو ہمیشہ کے لئے مل گئی۔ گویا انسانی زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے آپ کے پیار اور اس کی رحمت کو

کچھ اس طرح حاصل کرلے کہ اس دنیا میں بھی اس کے لئے جنت کا سامان پیدا ہو جائے اور اخروی زندگی میں بھی انسان کے لئے جنت کا سامان پیدا ہو۔ نہ اس جہان میں خدا کے قہر کی آگ انسان کو جلا دینے والی اور راکھ کر دینے والی ہو اور نہ اس جہان میں خدا تعالیٰ کے قہر کے جلوے اس طرح ظاہر ہوں کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق انسان نہ زندوں میں ہے نہ مردوں میں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اس دنیا میں بھی حقیقی زندگی دے اور حقیقی زندگی کے ساتھ جو فضل اور حقیقی زندگی کے ساتھ جو روحانی نعمتیں وابستہ ہیں وہ بھی عطا فرمائے اور پھر وہ نعمتیں ہمیں اخروی زندگی میں بھی نصیب ہوں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ رمئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ تا ۵)